

عوامی مسائل کون حل کرے گا؟

اس وقت ملک میں جو سیاسی کہرام برپا ہے۔ مکمل طور پر غیر سیاسی ہے۔ دراصل پاکستان میں اس وقت پالیٹکس نہیں بلکہ پاور پالیٹکس (Power Politics) ہو رہی ہے۔ مطلب یہ کہ چند شخصیات کی ذاتی لڑائی ہے جو بھرپور طور پر صرف اور صرف ان کی ذات سے مسلک ہے۔ اس امر کو چھپانے کے لئے بیانات پر یہیں کافرنزسوں اور ٹاک شوز کی ایسی گردائی جا رہی ہے کہ کسی کوچ کا پتہ نہ چل جائے۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ یہ سیاسی قیامت عام لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے برپا ہو رہی ہے۔ مگر ایسا کچھ بھی نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ افتخار اب چند گھنٹوں اور سیاسی گروہوں کی ضرورت بن چکا ہے۔ اور اس کے ذریعے ملکی وسائل پر بھرپور قبضہ کرنا اصل مقصد ہے۔ ذاتی دولت میں ہزاروں گناہ اضافہ کرنا حاصل جدوجہد ہے۔ یہ اتنی تلخ بات ہے کہ نہ کوئی اس کو تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی اس غصہ پر بحث ہوتی ہے۔ ہر غلیظ مقصد کو جمہوریت کے شہرے کپڑوں میں ملفوظ کر کے لوگوں کو فریب دیا جاتا ہے۔ یہ بھی ماننا چاہیے کہ کافی حد تک یہ چند لوگ اپنے اپنے غیر ثابت کام میں کامیاب ہیں۔

مسلسل جھوٹ سننے سے اب قوم کی ذاتی ساخت بھی تبدیل ہو چکی ہے۔ وہ بھی معمولی سے فائدے کے لئے زندہ باد مردہ باد کے نعرے لگانے کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔ اور کیوں نہ سمجھیں۔ ہمارے اکابرین میں سے بلند اخلاقی منزل پر فائز ایک بھی ایسا شخص نہیں ہے جس سے عوام کی بھی صورت میں متاثر ہوں۔ یعنی بہترین بلکہ مناسب رول ماذل کا نہ ہونا بھی اب ایک عملی مسئلہ بن چکا ہے۔

ذرا سوچیے۔ ہو کیا رہا ہے۔ ہمارے سیاسی اور غیر سیاسی ملزمان جب عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ تو سرکاری کارروائی کے بعد کمرہ عدالت سے باہر آ کر بھی لمبی بے مقصد تقاریر فرماتے ہیں۔ واحد مقصد ہوتا ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ وہ کتنے مظلوم انسان ہیں۔ ان تقاریر میں گروہی ساختی اپنے

اپنے سیاسی لیڈر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے عین کیمرے کے سامنے کھڑے نظر آتے ہیں تاکہ قیادت کو معلوم ہو سکے کہ وہ ان کے کتنے وفادار ہیں۔ یہ سلسلہ کئی بار تو صبح نو دن بجے سے شروع ہو جاتا ہے اور دن بھر جاری رہتا ہے۔ اگر یہ عرض کروں کہ ہر پیشی کے بعد ایک چھوٹا سا سیاسی جلسہ منعقد ہوتا ہے تو بے جانہ ہو گا۔ دل پر ہاتھ رکھ کر دنیا کا ایک ملک بتائیے جس میں مالیاتی جرائم کے ملزمان، عدالت میں پیش ہونے کے بعد اتنے دھڑکے سے تقاریر فرماتے ہوں۔ سوال یہ ہے کہ کیا عدالتیں بذات خود اس منقی رجحان پر پابندی لگا پائیں گی یا نہیں۔ قیاس ہے کہ عدالتوں کا موقف یہ ہو گا کہ یہ سب کچھ تو ان کی کوڑت سے پاہر ہو رہا ہے۔ لہذا اس طوفان بدغیری سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ چلیے پھر دوسرا راستہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سیاسی شخصیات پر مالی بدعنوی کے مقدمات کو عدالت سے براہ راست ٹیکی کاست کیا جائے۔ اس سے کم از کم یہ ضرور ہو گا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کون سالیڈر پیشی بھگتے کے بعد تجھ یا جھوٹ بول رہا ہے۔ مگر مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا۔ یہ تقاریر اور بحاشن ایسے ہی چلتے رہیں گے اور عام لوگوں کے ذہنوں میں انتشار پھیلتا رہے گا۔ چلیے۔ اس موضوع سے صرف نظر کر کے آگے چلیے۔ شام یارات گئے کے کرنٹ افیز پر گراموں کو خور سے پر کیے۔ سیاسی کارندوں کی تو خیر سرست میں ہے کہ اپنے اپنے قائد کو دنیا کا بہترین دیوتا ثابت کریں۔ مگر اب ایسے اسکریز اور تجزیہ کاروں کی بھی کمی نہیں جوانپی ذاتی خواہشات کو تجزیہ کاروپ دے کر لوگوں کے سامنے کھڑے نصب سے بھر پور بات کرتے ہیں۔ چند مثالیں نام لیے بغیر عرض کرتا ہوں۔ ایک اسکریز صاحب کا سوال ملاحظہ فرمائیے۔ ”اگر وزیر اعظم کو اٹیلیشمٹ سے ٹیکی فون آئے کہ انہیں استعفی دے دینا چاہیے۔ تو کیا وزیر اعظم استعفی دے دیں گے یا نہیں؟“؟ آپ اس سوال کی ساخت دیکھئے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس مفروضہ کی بنیاد کیا ہے؟ پھر اگر یہ مفروضہ نہیں تو اسکریز صاحب کو بتانا چاہیے کہ انہیں اس چوٹی کی خبر کا کیسے پتہ چلا؟۔ اگر یہ بھی نہیں اور یہ موصوف کی ذاتی خواہش ہے تو پھر اس کو لفاظی میں چھپا نے کا کوئی جواز نہیں۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ سیاسی نظام میں کون سی پارٹی یا شخصیت حکومت کر رہی ہے۔ میں تو صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ کسی بھی وزیر اعظم پاکستان کے متعلق خیال آرائی کا کیا جواز بتتا ہے۔ کیا بی بی، ہی این ایں یا کسی اور عالمی چینل کے قد آور اسکریز ایسے سوال پوچھ سکتے ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ وہاں تو اس طرح کی بے پر کی باتوں کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ دوسری مثال اس سے بھی زیادہ غیر منطقی ہے۔ چند تجزیہ یہ گار روز حکومت گراتے ہیں اور اس کے متعلق غیر سند یا فتنہ باتیں کرتے ہیں۔ ماضی میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ سیاسی پسند اور ناپسند صاف نظر آتی ہے۔

صحب سے دوپہر تک سیاسی ملزمان کی تقاریر کو اٹھا لجئے اور شام کو اسی تسلسل سے ان کے حواریوں کی باتوں کو اپنے انداز سے بیان فرمانا سن لیجئے۔ ایسے لگتا ہے کہ قیامت صغیری برپا ہے۔ ان کا محظوظ لیڈر دراصل ایک فرشتہ ہے اور باقی سب ملک دشمن لوگ ہیں۔ ان غیر ضروری مباحثوں میں اپنے اپنے غم تو بتائے جاتے ہیں۔ مگر کوئی بھی سیاسی فریق یہ نہیں کہتا کہ عام لوگوں کے بیانی مسائل کو کیسے حل کرنا ہے۔ ان کے پاس کونا پروگرام یا ترکیب ہے جس سے عموم کو تھوڑی سی مدد ہوئی ہو اکے جھوٹکیں آئیں اور انہیں معمولی سا سکون مل پائے۔ موجودہ اور ماضی کے سیاسی

قائدین کے پاس لوگوں کے بیانی مسئلہ حل کرنے کے لئے سوائے باتوں کے کچھ بھی نہیں ہے۔ لفظی ہمدردی میں زمین اور آسمان کے قلابے ملاتے نظر آتے ہیں۔ عملی طور پر زمین پر مسائل جوں کے توں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ ہمارے سیاسی اور اخلاقی ڈی این اے حد درجہ ضعیف ہے۔ تہتر سال میں کافی کچھ ہو سکتا تھا۔ تھوڑا سا ہوا بھی ہے۔ مگر عام آدمی کیلئے پہاڑ جیسے مسائل جوں کے توں ہیں۔

اس موقع پر مہنگائی پر بات کرتے ہیں۔ اس وقت قیامت خیز مہنگائی نے غریب اور سفید پوش طبقہ کی کمر توڑ دی ہے۔ پاکستان اور ہمارے ہی ملک کے سابقہ حصے یعنی بغلہ دلیش کا مقابلی جائزہ لیجئے۔ 2021ء میں پاکستان میں مہنگائی کی اوسط نو (9) فیصد رہی جبکہ بغلہ دلیش میں یہ شرح ساڑھے 5.5 فیصد تک محدود رہی۔ ہندوستان میں یہی شرح 3.3 فیصد رہی۔ گزشتہ برس کی بات کر رہا ہوں۔ کیا یہ جائز سوال نہیں کہ ہمارے ہی جیسے ممالک نے مہنگائی کی شرح کو کیسے مقید رکھا۔ آخر کسی سطح پر تو ہمارے ہاں بہت مہیب غلطی ہو رہی ہے۔ اگر یہ جواز دیا جاتا ہے کہ مہنگائی پوری دنیا میں بڑھی ہے، جو کہ درست بات ہے۔ تو یہ پوچھنا بھی بنتا ہے کہ ہمارے ہاں اتنی زیادہ مہنگائی کیوں برپا ہوئی ہے۔ کوئی حکومتی جگاد ری پہلوان اس مقابلی جائزہ پر بات کرتا کیوں نظر نہیں آتا۔ آخر خرابی کو معلوم کر کے اس کا علاج کرنا حکومت ہی کا کام ہے۔ اگر ذیلہ اندوڑی ہوئی ہے تو اس میں شامل لوگوں کو نشانہ عبرت کیوں نہیں بنا لیا گیا۔ غیر متعصب بات پہنچی ہے کہ عموم کے مسائل کو حل کرنے کے لئے وہ سیاسی عزم نہیں ہے جس سے مہنگائی کے خلاف سفاک احکامات جاری ہو سکیں۔ صرف یہ فرمادینا کہ مہنگائی تو پوری دنیا میں ہوئی ہے۔ اس سے بات نہیں بنتی۔ یہ بات بھی سچ ہے کہ گزشتہ تین دہائیوں میں حد درجہ کر پیش ہوئی ہے۔ مگر کر پیش تو ہندوستان میں ہمارے ملک سے کہیں زیادہ ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ نو سے گیارہ فیصد پر ترقی کر رہا ہے۔ اور ہم چار پانچ فیصد سالانہ شرح ترقی پر بغلیں بجا رہے ہیں۔ جو ہری بات شاید یہ ہے کہ ہمارے سیاسی قائدین کو عموم کے اصل مسائل حل کرنے میں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ ان میں وہ خاصہ ہی نہیں کہ لوگوں کے مصائب کو ذاتی تکالیف سمجھ کر یکسو ہو جائیں۔ ہمارا پورا معاشرہ چند شخصیات کے رحم و کرم پر ہے اور وہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے صرف پاور پالیٹکس میں مصروف ہیں۔ جہاں تک عموم کا تعلق ہے وہ اپنے ہی مسائل کے بوجھ تئے معمولی سائل سیاستی رہیں گے۔ اور زندہ بادیا مردہ باد کے نعروں سے بہتے رہیں گے!